© rasailojaraid.com

کمندیں ڈال سکتے ہیں جو ان کے اعمالِ صالحہ کا ہدف بنے رہے ہیں، اصل اور کامیاب تعویذ بھی یہی ہے کہ انسان ان کے "سراپا" کی ہو بہو تصویر بن جائے، لیکن اگر اس کے بجائے یوں ہو کہ اپنا سراپا اور اندازِ زیست تو ان کے بالکل برعکس ہو مگر ان کے نام کی تختیاں آویزاں کر کے الٰہی مکرمات اور حسنات کے حصول کی تمنائیں کرنے لگ جائیں جو ان کے عظیم کردار اور حسنات کا نتیجہ تھیں تو یہ "بزرگ نافہمی" کی بدترین مثال ہوگی بلکہ بزرگوں کی شان میں یہ گستاخی ہے کہ ان کی شرم رکھنے کے بجائے ان کے پاک ناموں کو استعمال کرنے یا ان کے استحصال کی کوئی بھونڈی شکل پیدا کی جائے۔ بزرگوں کا وجود "نمونہ" تو ہوتا ہے معبود نہیں ہوتا۔

حق تعالیٰ نے عہدِ جاہلیت کی حماقتوں میں سے ایک یہ حماقت بیان فرمائی ہے کہ کچھ لوگ بعض جنوں کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے۔

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (الجن)

انسانوں میں کچھ لوگ ایسے (بھی) ہوتے ہیں کہ وہ جنات میں سے بعض کی پناہ لیا کرتے تھے۔

الغرض: بھوت پریت وغیرہ کے تصور سے بندۂ مسلم یوں ہراساں رہے۔ حیرت کی بات ہے، جن پریت کیا شے ہے، بندۂ مومن سے تو دوزخ بھی لرزتی ہے۔ بہرحال خدا تعالیٰ نے اپنے نام کے "ذکر" کا تو بار بار ذکر فرمایا ہے لیکن غیروں کے ناموں کی ایسی کوئی فہرست بیان نہیں کی، جن کے نام کی مالا جپنے کو مبارک تصور کیا جا سکے، گو وہ نام، نام مبارک ہی ہوتے ہیں، تاہم تعویذ نہیں ہوتے۔ اللہ نے تعویذ کا انتساب صرف اپنے سے کیا ہے۔ مثلاً قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، فاستعذ باللہ۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ دراصل اللہ کے نام کا تعویذ وہاں زیادہ کام دیتا ہے جہاں بندہ بظاہر، ظاہری اسباب کے ساتھ ناگہانی آفات کے مقابلے میں قاصر رہتا ہے۔ اس لیے پناہ میں صرف رب کی تلاش ہونی چاہیے کیونکہ سب چیزیں اس کے قبضہ میں ہیں۔ جو خود کسی کے قبضہ میں ہو، اس کی پناہ ڈھونڈنا کچھ ہوش کی بات نہیں معلوم ہوتی۔

اے اللہ کے ولی دعا کیجیے: بزرگ ہستیاں جب ہم میں موجود ہوتی ہیں، ان سے جا کر ان سے دعائیں کرانا جائز ہوتا ہے، کیونکہ صحابہؓ جا جا کر حضورؐ سے دعائیں کرایا کرتے تھے بلکہ دعا کی حد تک یہ امتیاز بھی غلط ہے کہ کوئی بزرگ ہے تو دعا کراؤ ورنہ نہیں، کیونکہ خدا سب کی سنتا ہے۔ مسلمان بھائی کی دوسرے مسلمان بھائی کے لیے دعا قبول ہوتی ہے، مسافر اور مریض سے دعا کرانا بھی اجابت کا موجب ہوتا ہے، گو دعا کرنے والا دعا کرانے والے سے درجہ میں کم ہی کیوں نہ ہو، اس سے اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے درخواست کی جاسکتی ہے۔ حضورؐ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے بھائی کو دعاؤں میں نہ بھولیو! بلکہ آپؐ نے پوری امت سے یہ سفارش کی ہے کہ وہ مقام محمود اور مقام وسیلہ کے سلسلہ میں اللہ سے ان کے لیے دعا کیا کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ، خدا سے مانگا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے اس لیے اگر اپنے ساتھ دوسروں کو بھی خدا کے حضور دست دعا دراز کرنے کے لیے ان سے درخواست کی جائے تو وہ اور بھی خوش ہوتا ہے، اور وہ کوئی ہو! اس لیے جو لوگ اس خبط میں پڑے رہتے ہیں کہ کوئی بزرگ ہستی ملے تو دعا کرائے، اور جن سے حضورؐ نے دعا کرانے کو مستحسن اور مفید بتایا ہے، ان سے استفادہ نہیں کرتے وہ اصل میں بہت بڑی بھول یا احساس کمتری میں مبتلا ہیں۔ دوسرے سے دعا کرانے میں دراصل بندہ کی عاجزی، فروتنی اور انکساری بھی پائی جاتی ہے۔ اس لیے اگر بلا امتیاز دوسرے کسی بھی شخص سے دعا کرنے کو کہا جائے تو مبارک ہوتا ہے نامناسب نہیں ہوتا۔

صحیح یہ ہے کہ جب دنیا سے بزرگ اور صلحاء کوچ کر جاتے ہیں تو اب ان کے مزارات کی طرف رخ کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس لیے نہیں کہ اب ان کی اہمیت گھٹ گئی ہے بلکہ اس لیے اور صرف اس لیے کہ: توحید کے جس چمن کے لیے خود انھوں نے اپنی ساری راتیں اور زندگی کی ساری پیاری ساعتیں کھپا دی تھیں، وہ اجڑنے نہ پائے، کیونکہ ان کے مزارات پر درسِ عبرت کے لیے جانا تو مفید ہوتا ہے کہ جو اتنی بڑی عظیم ہستیاں تھیں، وہ بھی نہ رہیں اور شہر خموشاں میں جا کر منہ چھپایا تو ہم کس باغ کی مولی ــــ لیکن اس کے بجائے اگر کوئی ان سے دعائیں کرانے کو جاتا ہے تو پھر اس امر کا دروازہ کھل جاتا ہے کہ دنیا خدا کا در چھوڑ کر دوسروں کے آستانوں پر ٹھوکریں کھائے۔

دنیا میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پاک سے افضل، پاک اور منور اور کوئی مزار نہیں ہے، جب ضرورت پڑی ہے تو موجود بزرگ صحابہ کی طرف تو رجوع کیا گیا ہے کہ دعا کیجیے! لیکن ایسا ایک واقعہ بھی نہیں ملتا کہ انھوں نے حضورؐ کے روضۂ اطہر کی طرف رجوع کیا ہو کہ حضورؐ! ہماری آپ کے آگے اور آپ خدا کے آگے ہماری درخواست پیش کریں۔ قحط کے دوران حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا کرائی مگر روضۂ اطہر کی طرف رخ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ کچھ مشکل بات بھی نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ حاجات کے سلسلے میں مزارات کی طرف رخ کرنا توحید کے تصور کے لیے سخت مہلک ہے۔ یہ بسم اللہ، باسم اللات والعزیٰ پر جا ختم ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے علاوہ ان سے درخواست کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ اہلِ قبور سنتے ہیں، حالانکہ یہ کافی مختلف فیہ شے ہے۔ اور قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ: وہاں "سلسلۂ سماع" منقطع ہے کیونکہ سننے کا تعلق جس "حاسہ" سے ہے وہ بھی وہاں معدوم ہے۔ اور جن برقی لہروں سے یہ سلسلہ جنبانی ممکن ہوتی ہے وہ بھی وہاں ناپید ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جہاں اور ہے یہ جہاں اور ہے۔ دونوں کے مابین کنکشن کے لیے کسی رابطہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ وہاں وہ اپنی کمائی کا پھل پانے کے لیے پہنچے ہیں، کچھ کرنے کے لیے نہیں گئے، کیونکہ وہ دار العمل نہیں، دار الجزاء ہے، دعا بندے کا ایک عمل ہے ثمر نہیں ہے۔

خدا سے اگر مایوسی ہوتی تو دوسرے امکانات کا جائزہ لینے کی باری بھی آ سکتی تھی، خدا تو فرماتا ہے میں تمہاری شہ رگ سے نزدیک ہوں۔

واسطہ کی ضرورت وہاں ہوتی ہے، جو پاس نہ ہو، یا پاس ہو تو سنتا نہ ہو۔ وہ تو فرماتا ہے: "مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔" اگر آپ اس کے بجائے مزارات کی طرف دوڑیں گے تو پھر اس کے معنی ہوں گے کہ آپ خدا کو بدنام کرنے کو دوڑے ہیں کہ وہ میری نہیں سنتا۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ہاں خود بھی خدا سے دعا کریں اور دنیا میں موجود بزرگوں کو بھی اپنے ہمراہ ملائیں تاکہ درِ اجابت جلدی کھل جائے تو سونے پر سہاگہ ہے۔ اگر حدیث سے موجود بزرگوں سے دعا کرانا ثابت نہ ہوتا تو ہم اس کی بھی اجازت نہ دیتے۔ چونکہ یہ پردہ حدیث نے اٹھا دیا ہے کہ: مل کر دعا کر سکتے ہو اور اجتماعی دعائیں اسی طرح مفید ہوتی ہیں، جس طرح دوسرے اجتماعی کاموں میں برکت ہوتی ہے۔ بہر حال یہاں یہ اجتماع ممکن ہے۔ وہاں تو یہ بھی نہیں ہے۔

سلطان باہو خواب میں۔ وہ خواب جن کو شرعی حیثیت حاصل ہوتی ہے وہ صرف پیغمبر کے خواب ہوتے ہیں، دوسرے کی حیثیت صرف نیک شگون اور مبارک "تلمیح" کی ہوتی ہے وہ مثبتِ احکام نہیں ہوتے۔

خواب کیا شے ہے؟ عالمِ غفلت اور بے ہوشی کی واردات کا نام ہے جو عموماً انسان کے اپنے شب و روز اور دلچسپیوں کا پرتو ہوتے ہیں۔ اگر خارج میں ان کے لیے کتاب و سنت میں کوئی اساس موجود ہوتی ہے تو ان کو "مبشرات" قرار دیا جا سکتا ہے جن کی گواہی گویا ان کی فطری نفسیات سے بھی حاصل ہو گئی ہے جو انسان کے ضمیر کے لیے "وجہِ طمانیت" بن سکتی ہے۔ اگر کتاب و سنت کے برعکس کوئی شے ہے تو گو وہ خود انسان کی اپنی "فطرت سیئہ" کی غمازی بھی ہوتی ہے تاہم ان کو اضغاثِ احلام (دوسرے لفظوں میں

© rasailojaraid.com